شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ

رحیمیہ

لاہور

بانی: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ
مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

مجلس ادارت
سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

فروری 2017ء / جمادیٰ الاولیٰ 1438ھ جلد نمبر 9، شمارہ نمبر 2 - قیمت: 20 روپے سالانہ ممبرشپ: 200 روپے - تین سالہ ممبرشپ: 500 روپے

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ
مسند نشینِ ثانی
خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت والاؒ کے ایک مرید سیّد صاحب نے حضرتؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ: یہ خالی زمین میں نے اپنی موت یاد کرنے کے لیے قبر کی نیت سے رکھی ہے۔

حضرت والاؒ نے فرمایا کہ: ''لوگوں کی قبروں کو دیکھ کر موت کو یاد کرلیا کرو کہ مجھ کو بھی یہاں آنا ہے اور مرنا ہے۔ اس لیے کہ نہ تو کسی کو پتہ ہے کہ کہاں مرے اور کہاں دفن ہو اور قبر ملے یا نہ ملے۔ یہ قصہ قبر والا ہرگز نہ کرنا اور یہ خیال اپنے دل سے بالکل نکال دو اور پاس بھی نہ پھٹکنے دینا کہ پیر بننا ہے۔ اگر ایسا خیال کرو گے تو فسادِ نیت کی وَجہ سے پھر کچھ فائدہ بھی نہ ہوگا۔ یہی کیا کم ہے کہ خدا کا فضل ہوجائے، چھٹکارا اور اس کے فضل سے اپنا بیڑا پار ہوجائے۔ باقی فضل ہوجائے تو اللہ میاں کو جس سے کام لینا ہو، اسے پیر بنا دیتے ہیں۔ یہ اپنے بس کی بات نہیں، بلکہ خیال رکھنے سے نقصان ہوتا ہے۔ تم تو یہ سمجھو کہ نہ میں پیر ہوں، نہ مرید۔ وہی چاہے تو آدمی پیر بن سکتا ہے اور مرید بھی۔''

(مجلس ۲۶ر محرم الحرام ۱۳۶۶ھ/ 21ر دسمبر 1946ء، بروز: منگل، مقام: ڈھڈیاں)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 64-263، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

حُسنِ ترتیب

- اللہ مہربان کے نام کے ساتھ وابستگی کا اظہار
- علم و فقہ کے غلط استعمال پر تنبیہ
- پاکستان میں نفاذِ اسلام کی تحریک؛ ایک مختصر جائزہ
- شریعتِ الٰہی کی پابندی کا لازمی تقاضا؛ جزا و سزا کا نظام
- مذہبی جماعتوں کی شکست خوردگی اور باطل تحریکات
- 1716ء کا فرانس
- سال 2016
- زوال کے اسباب کا تحلیل و تجزیہ
- عقل و شعور سے متعلق دو اہم باتیں
- جسم اور کپڑوں کی صفائی
- نصیحت گوئی میں نرمی و احترامِ انسانیت کا اثر
- سلطان الہند امام محی الدین محمد اورنگزیب عالمگیرؒ
- آہ! محمد یوسف ولی اللّٰہی
- ادارہ رحیمیہ لاہور میں ''سعیدیہ بلاک'' کی تعمیر کا آغاز
- تقریبِ رونمائی ''سوانح حیات حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ''
- دینی مسائل

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ رجسٹرڈ) لاہور

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

رقومات کی ترسیل بنام ''ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ لاہور'' اکاؤنٹ نمبر 0010030341820010 الائیڈ بینک مزنگ چونگی برانچ لاہور، برانچ کوڈ 0533

www.rahimia.org

درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر حضرت مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

اللہ مہربان کے نام سے دِلی وابستگی کا اظہار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(شروع اللہ کے نام سے، جو بے حد مہربان، نہایت رحم والا ہے۔)

مسلمان جب بھی کوئی کام شروع کرے تو اُسے اپنے آپ کو اللہ مہربان کے نام کے ساتھ دِلی وابستگی کا اظہار کرنا چاہیے۔ اس سے انسان شیطانی اثرات سے بچ جاتا ہے اور ذاتِ باری تعالیٰ کی رحمت اور شفقت کے سائے میں آجاتا ہے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے نام کے ساتھ اپنے تمام کاموں کا آغاز کریں۔

بِسۡمِ: ہر اسم اپنے مسمّٰی اور مفہوم پر دلالت کرتا ہے۔ اسم ''**اللّٰہِ**'' ہمیں ذاتِ باری کے ساتھ وابستہ کرتا ہے۔ یہ ذاتِ باری تعالیٰ کا اسم مبارک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان ذاتِ باری تعالیٰ کا ادراک نہیں کرسکتا، البتہ اس کا نام لے کر اُس کے ساتھ محبت اور وابستگی کا اظہار کرسکتا ہے۔ اس لیے اللہ کے نام کے ساتھ دِلی وابستگی کا حکم دیا گیا ہے۔ اسم ''**اللّٰہِ**'': اپنے لفظی مفہوم میں جذب و کشش اور محبت پر دلالت کرتا ہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ''انسانی روحیں ''**اللّٰہِ**'' کے حضور کچھ اس طرح کھنچتی ہیں، جیسا کہ مقناطیس کی طرف لوہا کھنچتا ہے۔'' (حجۃ اللّٰہ البالغہ) یہ اسم مبارک انسانی روحوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ انسان جتنا خلوصِ نیت اور پاکیزگی کے ساتھ یہ پاک نام لیتا ہے اور عشق و محبت کے ساتھ اس سے وابستگی کا اظہار کرتا ہے، اُتنا ہی وہ ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف کھنچتا چلا جاتا ہے، جو دنیا اور آخرت کی کامیابی کا سبب ہے۔

الرَّحۡمٰنِ: اللہ کے ناموں میں سے ایک ایسا صفاتی نام ہے، جس کے زیراثر اس دنیا اور خاص طور پر انسانی روحوں پر اللہ کی بے حد مہربانی ہوتی ہے۔ یہ مبالغے کا صیغہ ہے۔ دنیا کا نظام اللہ کے اسی بے حد مہربان نام ''**الرَّحۡمٰنِ**'' کی وجہ سے چل رہا ہے۔ اللہ کی رحمت و شفقت اور مہربانی سے ہی یہ کائنات اور اس میں موجود انسانیت قائم ہے۔ اسمِ اللہ کے بعد اُس کی صفت **الرَّحۡمٰنِ** کے ساتھ وابستگی انسان کی کامیابی کی دلیل ہے۔

الرَّحِیۡمِ: یہ بھی اللہ کے ناموں میں سے ایک ایسا صفاتی نام ہے، جو مبالغے کی حد تک شفقت اور مہربانی کا حامل ہے۔ اس اسم سے نہ صرف دنیا، بلکہ آخرت میں بھی انسانیت کی کامیابی کے لیے ذاتِ باری تعالیٰ کے لُطف و مہربانی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھنے سے انسان اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور میں اپنے آپ کو پیش کر کے اُس سے دِلی وابستگی کا اعلان کرتا ہے۔ یوں ہر طرح کی خیر و برکت کا مستحق بن جاتا ہے۔ قرآن حکیم کی تلاوت سے پہلے اس کا پڑھنا باعثِ برکت ہے۔ اسی لیے سورتوں کا آغاز **بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ** سے کیا گیا ہے۔ برکت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ کی طرف جذب و کشش سے انسانی روح و قلب میں تازگی پیدا ہوجاتی ہے اور وہ زیادہ ہمت اور جذبے کے ساتھ قرآن حکیم کے انقلاب آفرین پیغام کو سمجھتا اور اُس کے ساتھ وابستہ ہو کر اپنا تن من دھن قربان کرنے کے لیے تیار ہوجاتا ہے۔

درسِ حدیث

تشریح: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

علم و فقہ کے غلط استعمال پر تنبیہ

عَنْ ابن عباسؓ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

"إِنَّ أُنَاساً مِنْ أُمَّتِي سَيَتَفَقَّهُوْنَ فِي الدِّيْنِ، وَيَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ، وَيَقُوْلُوْنَ: نَأْتِي الْأُمَرَاءَ فَنُصِيبُ مِنْ دُنْيَاهُمْ، وَنَعْتَزِلُهُمْ بِدِيْنِنَا، وَلَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ كَمَا لَايُجْتَنٰى مِنَ الْقَتَادِ إِلَّا الشَّوْكُ، كَذٰلِكَ لَايُجْتَنٰى مِنْ قُرْبِهِمْ إِلَّا." قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ: كَأَنَّهُ يَعْنِي الْخَطَايَا. (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر255)

(حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اُمت کے کچھ لوگ دین کا علم خوب حاصل کریں گے اور قرآن پڑھیں گے اور کہیں گے کہ ہم دنیا کے بڑے لوگوں سے مل کر ان سے دنیا کی چیزیں لیتے ہیں اور اپنے دین کو ان سے بچا کر رکھتے ہیں، مگر واقع میں اس طرح نہیں ہوتا۔ بلکہ جیسے کانٹے دار درخت سے سوائے کانٹوں کے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اسی طرح دنیا والوں کے پاس جانے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، سوائے ....'' راوی محمد بن صباح کہتے ہیں: گویا کہ سوائے گناہوں کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔)

اس حدیث میں نام نہاد عالم اور فقیہ کو ایک تنبیہ کی گئی ہے۔ حضوؐر فرماتے ہیں: دنیادار علما کی پہچان یہ ہے کہ مقتدر اور سرمایہ دار لوگوں سے ان کی قربت ہوتی ہے۔ اس قربت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان علما کو مال تو مل جاتا ہے، لیکن ان کے ذریعے سے دین کا نقصان ہوجاتا ہے۔ کیوں کہ مال پرست لوگوں سے اپنی دُنیوی غرض وابستہ کرنے کی وجہ سے یہ علما' حق بات کہنے کی طاقت کھو بیٹھتے ہیں۔ بالخصوص سرمایہ پرستوں کی حد سے بڑھی ہوئی مال پرستی، ہوس اور مخلوقِ خدا کے استحصال کے خلاف ایسے علما جرأت سے حق بات نہیں کہہ سکتے، ورنہ وظیفہ بند ہوجاتا ہے۔ حضوؐر فرماتے ہیں: جب ایسے لوگوں کو ان کی غلطی پر تنبیہ کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم اپنے دین پر کوئی Compromise نہیں کرتے، بلکہ ان سے پیسے لے کر انھیں کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح کا استدلال سن 80ء کی دہائی میں افغان جنگ میں سننے کو ملتا تھا۔ امریکا سے پیسہ لینے والے تو بہت مال دار ہوگئے، لیکن افغانستان کھنڈر بن گیا۔

اس حدیث میں حضوؐر نے یہ بات سمجھائی ہے کہ سرمایہ پرستوں سے قربت رکھ کر دین اور مخلوق کے فائدے کی اُمید رکھنا ایسے ہی ہے جیسے کانٹے دار درخت سے پھول اور پھل کی اُمید رکھنا۔ یہ حدیث مبارکہ عمومی حالات میں اصولی رہنمائی دینے کے ساتھ سرمایہ دارانہ نظام کی موجودگی میں خصوصیت سے اس اَمر کی طرف توجہ دلاتی ہے کہ غلبۂ دین اور عوامی حقوق کی جنگ لڑنے والوں کو اپنا دین اور جدوجہد کو شاطر مال پرستوں سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ اور ایسے نام نہاد علما سے لاتعلق ہونے کی ضرورت ہے جو دین کی خدمت کے نام پر سرمایہ داروں سے مال بٹورتے ہیں۔

www.rahimia.org

اداریہ

پاکستان میں نفاذِ اسلام کی تحریک: ایک مختصر جائزہ

ہم بہ حیثیت مسلمان اس بنیادی حقیقت پر غیر مشروط ایمان رکھتے ہیں کہ آج مسائل میں گھری دنیا کے جملہ مسائل کا حل اسلام کے فکروعمل کو اپنانے میں ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اسلام کو نعرے کے بجائے ایک عملی حقیقت کے طور پر قبول کیا جائے۔ پاکستان میں اسلام کے سیاسی و معاشی نظام سے استفادے کی بحث کئی دہائیوں سے جاری ہے، لیکن ہمارے اربابِ اقتدار و سیاست اسلام کے نظامِ فکر کی بنیاد پر کوئی عملی نظام وضع کرنے سے قاصر رہے ہیں اور اس کی ذمہ داری پاکستان میں موجود مذہبی و سیاسی قوتیں اور مقتدر حلقے ایک دوسرے پر ڈالتے رہے ہیں کہ اسلام کے نفاذ میں فلاں رکاوٹ ہے اور فلاں موقع پر اس عظیم مقصد کے حصول کے لیے فلاں نے روڑے اٹکائے اور بوجھل دل کے ساتھ یہ کہا جاتا ہے کہ منزل کا حصول دو چار قدم کے فاصلے پر تھا۔

آج تاریخ کے جس موڑ پر قوم کھڑی ہے، اُسے یہاں تھوڑا رُک کر پاکستان میں نفاذِ اسلام کی تحریک اور مطالبے کا حقیقی بنیادوں پر جائزہ لینا چاہیے، تاکہ اس کے ذمہ داروں کا تعین ہو سکے کہ آخر یہ کام کن وجوہات و اسباب کی بنیاد پر نہ ہو سکا۔

ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کی دعوے دار قوتیں جو کل تک لال قلعے پر جھنڈا لہرانے کے دعوے کیا کرتی تھیں، آج پاکستان میں اپنے وجود اور بقا کے لیے اسی نظام کے سامنے جھولی پھیلائے کھڑی ہیں اور مختلف اوقات میں اسلام کے نام پر قائم جماعتیں محض اسلامی ناموں کے تحفظ اور مدارس کی رجسٹریشن کو ہی اپنی جدوجہد کا نقطہ عروج قرار دے رہی ہیں۔ آخر اس کے کیا محرکات ہیں؟

ہمارے خیال میں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہاں کی سیاسی قوتوں اور مقتدر طبقوں کے درمیان اسلام کے سیاسی و معاشی نظام سے استفادے کی بحث کا جواز ہی نہیں تھا۔ کیوں کہ یہ مسلمانوں کا اکثریتی ملک تھا اور پھر اس کے قیام کا سب سے بڑا محرک اسلامی نظام کی تجربہ گاہ کا حصول قرار دیا گیا تھا۔ جب تجربہ گاہ مل گئی تو پھر بحث کا کیا جواز رہ جاتا ہے؟ اس بحث کا مطلب اس کے سوا کیا لیا جا سکتا ہے کہ دال میں کچھ کالا تھا اور ایک مخصوص طبقہ، جس کے ہاتھ میں تحریک کی باگ ڈور تھی، اس نے اسلام کے جذباتی نعرے کو اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا تھا۔ اسلام کے نام پر قیامِ پاکستان کے بعد اسلام کے عملی نفاذ کی ڈور کو گنجلک بنا کر سادہ لوح عوام کے درمیان رکھ دیا گیا کہ اسلام میں مختلف فرقے ہیں اور اسلام کے نفاذ پر وہ متفق نہیں۔ اور لوگوں کے مطالبے پر اُن سے پوچھا جانے لگا کہ پہلے آپ یہ بتائیں کہ کس فرقے کا اسلام نافذ کریں؟ سوال یہ ہے کہ پاکستان بناتے وقت آپ نے کس فرقے کے اسلام کے نفاذ کا وعدہ کیا تھا؟

اب دوسرے طبقے کی طرف آیئے کہ اس کے ہاں اسلامی نظام کے عدمِ نفاذ کے کیا عذرات اور وجوہ ہیں؟ اس سلسلے میں ہماری دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ پہلے تو اسلامی تحریکوں کے دعوے داروں کے تصورِ اسلام کا جائزہ لیا جانا ضروری ہے کہ آیا ان کا تصورِ اسلام آج کی کسی جدید ریاست کے نظم و نسق چلانے کی صلاحیت رکھتا ہے اور ان کی ذہنی اپروچ اسلام کی آفاقیت اور روحِ عصر میں کوئی رشتہ تلاش کر سکی ہے؟ یا ان کا تصورِ اسلام مغرب سے مستعار لی ہوئی کسی خاص فضا کے زیر اثر ہے اور کسی سرمایہ دارانہ نظریے کی فضا ہموار کرنے کے کام آتا رہا ہے؟ مثلاً نفاذِ اسلام کا مطالبہ ''مشرقی پاکستان'' کے بجائے ''مغربی پاکستان'' میں زیادہ مقبول رہا ہے، جس کی کئی وجوہ ہیں۔ مغربی (موجودہ) پاکستان میں قبائلی، جاگیردارانہ، سرمایہ دارانہ سرداریوں کا کلچر عام ہے اور بڑے بڑے قطعاتِ زمین، فیکٹریاں اور جاگیریں اسی طبقے کی ملکیت ہیں۔ کیا یہ محض اتفاق ہے کہ 1950ء میں پاکستان میں ''تحریکِ اسلامی'' کی سب سے سرگرم جماعت کے سرپرست ''مسئلہ ملکیتِ زمین'' نامی کتاب لکھ کر بہ زعم خویش قرآن و سنت سے ثابت کرتے ہیں کہ زمین کی ملکیت کا حق ناقابلِ تنسیخ ہے۔ اسی طرح سے اسلام کے نام پر جہادی سرگرمیوں کے عروج کے دور میں ایک اسلامی تحریک کے داعی کے مندرجہ ذیل خیالات لائق توجہ ہیں:

''آپ دیکھیں صدرِ اوّل میں مسلمانوں نے پیٹ پر پتھر باندھ کر جہاد شروع کیا تو قرب و جوار سے مالِ غنیمت اور جزیہ آنا شروع ہوا تو مسلمانوں کی معیشت مستحکم ہوئی۔ مالِ غنیمت اور جزیہ، یہ دو مدیں ہیں، جس سے مسلمانوں کی معیشت مستحکم ہوتی ہے اور آج امریکا بھی یہی کر رہا ہے اور ان کی معیشت مضبوط ہے۔ امریکا نے بھی پوری دنیا پر ٹیکس لگا کر اپنی معیشت کو مضبوط کیا ہوا ہے۔ کیا امریکا کا ٹیکس جائز ہے اور مسلمانوں کا جزیہ غلط ہے؟ اگر امریکا کو یہ حق ہے تو ہمیں بھی یہ حق ہے اور ہمیں ایٹمی قوت بن کے جہاد کر کے اپنی معیشت کو مضبوط کرنا چاہیے۔'' (ملخص انٹرویو پروفیسر حافظ محمد سعید، بحوالہ کتاب ''مذہبی سیاست کے تضادات'' از سہیل وڑائچ، طبع دوئم 2010ء)

نفاذِ اسلام کے دو معتبر حوالوں سے اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ پاکستان میں نفاذِ اسلام کے داعی بیش تر مذہبی حلقے نہ صرف دینی نظام کی عصری بصیرت سے بے بہرہ ہیں، بلکہ وہ عالمی سرمایہ دارانہ نظام کی سیاست اور استعماری حربے سے بھی بے خبر رہے ہیں اور اسلام کے نام پر سرمایہ دارانہ نظام کی بچھائی بساط کے لیے وافر مقدار میں مہرے تیار کر چکے ہیں۔ جو خود آج پاکستان میں اسلام کے معاشی و سیاسی نظام کے قیام میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ ان کے ذریعے سے تو اسلام کی صاف شفاف تعلیمات کا چہرہ مسخ ہو رہا ہے، جو آج دہشت گردی کی صورت اختیار کر چکا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اربابِ اقتدار و مذہب نے عوام کے دین اسلام پر اعتماد کا ذہنی و جذباتی استحصال کیا اور اپنے وقتی مقاصد اور عالمی قوتوں کے مفادات کے لیے اسلام کے نظامِ فکر کو زِک پہنچائی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم دین اسلام کی حقیقی تعلیمات کو جان کر عصرِ حاضر میں شعوری بنیادوں پر اس کی معنویت اور افادیت کو ثابت کرتے ہوئے اس کے عملی نظام کی صورت گری کی جدوجہد کریں۔ (مدیر)

www.rahimia.org

شریعتِ الٰہی کی پابندی کا لازمی تقاضا: جزا و سزا کا نظام

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

برعظیم پاک و ہند کی عظیم ترین شخصیت حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اٹھارہویں صدی عیسوی میں انقلابی افکار اور تعلیمات انسانیت کے سامنے پیش کیے ہیں۔ دوسرے ہجری ہزارے میں دینِ حق کی سچی تعلیمات پر مبنی اُن کے بیان فرمودہ افکارِ عالیہ آج بھی اپنے اندر تازگی رکھتے ہیں۔ یہ افکارِ عالیہ نئی سیاسی، سماجی اور معاشی تشکیل کے لیے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ مترجم

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ حُجّة اللّٰه البالغه میں فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ انسانوں کے لیے اُن کے اعمال کی جزا و سزا کا ایک نظام ہے۔ اگر اچھے اعمال کریں گے تو اچھا نتیجہ اور اگر بُرے اعمال کریں گے تو بُرا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔

جزا و سزا کے اس نظام کی درجِ ذیل چار قسمیں ہیں:

1 انسانی نوع کے تقاضے سے جزا و سزا جس طرح پالتو جانور اگر چارہ کھائے اور درندہ گوشت کھائے تو اُن دونوں کا طبعی اور نوعی مزاج صحت مند ہوگا، لیکن پالتو جانور گوشت کھانے لگے اور درندہ چارہ کھانے لگے تو اُن دونوں کا طبعی مزاج خراب ہو جائے گا۔ بالکل اسی طرح انسان اگر ایسے اعمال کرے جن کی روح اللہ تبارک و تعالیٰ کی جناب میں خشوع و خضوع، طہارت، سماحت اور عدالت (اَخلاقِ اربعہ) کی صورت میں ہو تو انسان کا روحانی مزاج صحت مند ہوگا۔ جب انسان ایسے اعمال کرے کہ جن کی روح ان چاروں اَخلاق کی ضد کی صورت میں ہو تو اُس کا روحانی مزاج خراب ہو جائے گا۔ جیسے ہی (موت کے بعد) انسان کے بدن کا بوجھ اُس سے ہلکا ہوگا تو اُسے اچھے یا بُرے اعمال کے نتائج سے مناسبت یا منافرت محسوس ہوگی۔ یہ بالکل اسی طرح ہے، جیسا کہ ہم میں سے ہر آدمی کو آگ میں جلنے کی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

2 ملاءِ اعلیٰ کے پہلو سے جزا و سزا کا نظام ہم میں سے ہر آدمی کے دماغ میں چیزوں کے ادراکات کی قوتیں رکھی گئی ہیں۔ ان قوتوں کے ذریعے سے آدمی مثلاً اپنے پاؤں پر گرنے والی ہر چیز کا احساس رکھتا ہے، خواہ وہ انگارا ہو یا برف کا گولا۔ بالکل اسی طرح عالمِ ملکوت میں انسانِ اکبر کی جو مثالی صورت موجود ہے، (ملاءِ اعلیٰ کے) کچھ فرشتے اُس کے خادم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن فرشتوں کو اپنی مہربانی اور عنایت سے نوعِ انسانی کے فائدے کے لیے پیدا کیا ہے۔ نوعِ انسانی کی صحت اُن کے بغیر درست نہیں رہ سکتی، جیسا کہ کوئی آدمی اپنی قوتِ ادراکیہ کے بغیر صحت مند قرار نہیں دیا جا سکتا۔

جب کوئی فرد بُرے نتائج والے اعمال سے نجات کے کام کرتا ہے تو ملاءِ اعلیٰ کے ان فرشتوں سے خوشی اور سرور کی شعاعیں پھوٹ کر اس انسان کی طرف آتی ہیں۔ جب کوئی انسان ہلاکت خیز عمل کرتا ہے تو اُن فرشتوں سے نفرت اور بُغض کی شعاعیں پھوٹتی ہیں۔ ایسی شعاعیں انسان کے نفس پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ جس کے نتیجے میں وہ اپنے اعمال کے مطابق خوشی اور سرور یا وحشت اور نفرت کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ یا وہ شعاعیں بعض زمینی فرشتوں یا دوسرے انسانوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتی ہیں کہ اچھے اعمال کرنے پر اُس انسان کے ساتھ محبت کریں اور اُس کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور بُرے اعمال کرنے پر اس سے بغض اور نفرت رکھیں اور اس کو تکلیف پہنچائیں۔

یہ اسی طرح ہی ہے جیسا کہ ہم میں سے کسی ایک کا پاؤں انگارے پر پڑ جائے تو اُس کے شعور کی قوتیں پاؤں جلنے کی اذیت اور تکلیف محسوس کرتی ہیں اور اُن سے ایسی شعاعیں پھوٹتی ہیں، جو اُس کے دل پر اثر کر کے اُسے غمگین بنا دیتی ہیں۔ اور طبیعت پر اثر کر کے اُسے تکلیف میں مبتلا کر دیتی ہیں۔......

3 شریعت کے تقاضے کے مطابق جزا و سزا ...اللہ کی ذات کی معرفت رکھنے والا ہر فرد جانتا ہے کہ جب ایسا وقت آتا ہے—— جسے شریعت میں ایسی ''مبارک رات'' (لیلة القدر) کہا گیا، جس میں کائنات میں ہونے والے تمام کام تقسیم کیے جاتے ہیں—— تو اُس رات میں عالَمِ ملکوت میں ایسی روحانیت پیدا ہوتی ہے، جس میں انسانی نوع سے متعلق احکامات شامل ہوتے ہیں۔ اس وقت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ پاکیزہ ترین انسان (نبی) پر وحیٔ الٰہی نازل ہو۔ نیز ان سے کم درجے کے لوگوں پر اُس نبی کے واسطے سے الہامات ہوتے ہیں۔ پھر تمام انسانوں کو ان الہامات اور وحیٔ الٰہی کے قبول کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ اس طرح سچے انسان وحیٔ الٰہی پر مبنی شریعت کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے نازل کردہ شریعت کی تائید کرنے والے انسانوں کی مدد کی جاتی ہے اور اُس کی مخالفت کرنے والوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ نیز اُس رات میں ملاءِ سافل کے فرشتوں پر بھی یہ الہام ہوتا ہے کہ وہ اس شریعت کی پابندی کرنے والے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور اُس کی مخالفت کرنے والے لوگوں کو سزا دیں۔ پھر ان اچھے یا بُرے اعمال کا ایک رنگ ملاءِ اعلیٰ اور حظیرة القدس میں پہنچتا ہے۔ پھر وہاں سے اللہ کی رضا یا ناراضگی کا فیصلہ ہوتا ہے۔

4 دور کے نبی کے تقاضے سے جزا و سزا بے شک لوگوں میں نبی کی بعثت کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نبی بھیج کر لوگوں پر مہربانی کرتا ہے اور انھیں خیر اور بھلائی کے قریب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کی اطاعت کو انسانوں پر لازمی قرار دیا ہے۔ نبی پر وحی کیا ہوا علم اپنا ایک مثالی تشخص رکھتا ہے۔ نبی کی ہمت اور اُن کی دعا اُس علم کے ساتھ شامل ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کی نصرت کا حکم دے دیتے ہیں۔ اس کو خوب تاکید سے بیان کر دیتے ہیں۔ (یعنی جو نبی کی اتباع کرے، وہ کامیاب اور جو انکار کرے، وہ ناکام ہوتا ہے۔)

جزا و سزا کے نظام کی پہلی دو قسمیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ فطرتِ انسانی پر مشتمل ہیں۔ ان دونوں قسموں کا تعلق نیکی اور بدی کی فروعات و جزئیات کے بجائے بنیادی اصولوں اور اُس کی کلیات سے ہے۔ یہ زمانہ اور انبیاؑ کے بدلنے سے نہیں بدلتیں۔ ان پر تمام انبیاؑ کا اتفاق ہے۔ تیسری قسم کا تعلق بدلتے ہوئے زمانوں کے مطابق نازل کی ہوئی شریعت سے ہے۔ جب کہ چوتھی قسم اپنے وقت کے نبی کی بعثت کے بعد نافذ العمل ہوتی ہے۔ و اللّٰه اعلم۔ (باب اقتضاء التکلیف المجازاة)

www.rahimia.org

فکرِ سعید

اَخذ و ترتیب: حافظ محمد شفیق، لاہور

مذہبی جماعتوں کی شکست خوردگی اور باطل تحریکات

افادات: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ

☆ ہمارا شرح صدر ہے کہ دینِ اسلام سچا دین ہے، لیکن کیا وجہ ہے کہ کروڑوں روپے مساجد و مدارس کی تعمیر اور تبلیغ و تعلیم کی اشاعت پر خرچ ہو رہا ہے، مگر شکستگی اور مایوسی کے آثار ہیں؟ حال آں کہ یہ دین ناکامی کے لیے نہیں آیا، وہ تو دینِ فطرت ہے اور فطرت کو دبایا نہیں جاسکتا، جیسا کہ سازگار موسم میں نم زمین میں بیج سے پودے کو نکلنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ یہ سوچنے کا مقام ہے کہ باطل تو مفلوج ڈھانچوں کے ذریعے طاقتور ہو رہا ہے اور سچا دین، جس پر مخلص خرچ کر رہے ہوں، اس کے ماحول میں زوال اور اس کے مذہبی طبقے میں پستی اور مایوسی آ رہی ہو۔ درحقیقت ہم نے دین کی صحیح سوچ کو چھوڑ دیا اور اپنے من مانے طریقے اختیار کر لیے، جس کے نتیجے میں آج مذہبی آدمی بھی شکوہ کر رہا ہے کہ دین کی فضا نہیں ہے، حال آں کہ تا قیامت فضا رہے گی۔

☆ ہمارے ہاں باطل تحریکوں کے توڑ کی کوئی تحریک موجود نہیں۔ عیسائی، مرزائی، رافضی (فرقہ پرست)، پرویزی (منکرینِ حدیث) اور دہریہ یہاں کے کلیدی مناصب پر فائز ہیں۔ لاہور کا عیسائی بشپ بڑے فخر سے کہہ رہا ہے کہ: ''ہم حکومت چلانے والے افراد تیار کر رہے ہیں۔'' گویا کہ حکمران طبقے کی تربیت گاہ عیسائیت کی گود ہے اور مساجد و مدارس سے محکوم طبقہ پیدا ہو رہا ہے۔ ایسے میں محض قراردادوں سے کیا مسائل حل ہو جائیں گے؟

☆ یورپ، ہر مذہب، خصوصاً ایشیا کے مذاہب کے غیر انقلابی عناصر کو اپنا اہل کار بنانا چاہتا ہے، تاکہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے اس کا استعمال کر سکے۔ لہٰذا ہمیں یورپ کے طریقۂ کار پر گہری نظر رکھنی ہوگی اور شعور کی محنت کرنا ہوگی۔ اگر محض چند اعمالِ صالحہ کی محنت کی بات ہوتی تو ابوجہل بھی ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت نہ کرتا۔ وہ یہودیوں، نصرانیوں اور مجوسیوں کو برداشت کر سکتا تھا، لیکن ملتِ ابراہیمی کے صحیح جانشین کو برداشت نہیں کر سکتا تھا، جیسا کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو برداشت نہیں کرتا تھا اور اس کے لیے اُس نے بچوں کا قتلِ عام کروایا۔ جب کہ مغربی طریقۂ کار نے اسی نسل کا ذہنی قتل کیا، جس کو اکبر الٰہ آبادی نے بھی بیان کیا ہے ؎

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

☆ ہم یہاں ایک لمحے کے لیے بھی رفض و الحاد اور باطل فرقوں کو برداشت کرنے کو تیار نہیں، لیکن ان سے نمٹنے کا راستہ یہ ہے کہ ان کے سرپرستوں کی سیاست کو ناکام بنایا جائے اور اس کی سیاست کے غلبے کے ہوتے ہوئے محض عقیدے کی جنگ سے صرف اہلِ حق کو نقصان ہوگا۔ دیوبندیت عقائد کی جنگ و جدل کا نام نہیں، بلکہ باطل کی غالب طاقتوں سے ٹکرانے کا نام ہے۔ (بقیہ صفحہ 12 پر)

ملکی معیشت

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

1716ء کا فرانس

لوئی 14 کے 72 سالہ دور کے اختتام پر فرانس دیوالیہ ہو چکا تھا اور قرض دہندگان آنے والے چھ سالوں کی ٹیکس آمدن کو گروی اور قرضوں پر سود کی ادائیگی متوقع ٹیکس آمدن سے تجاوز کر چکی تھی۔ اس کی بڑی وجہ اقتدار پر آمرانہ تسلط میں وسعت اور غیر ضروری جنگوں میں اُلجھاؤ تھا۔ حکومت میں شاہانہ طرزِ زندگی اور جنگوں پر بے دریغ خرچ کرنے کا رُجحان تھا۔ بجٹ کے خسارے کو پورا کرنے کے لیے قوانین بالخصوص ٹیکس قوانین کو وقتاً فوقتاً توڑنے، بدلنے اور اپنے مفاد کی بنیاد پر تشریح کا رواج عام تھا۔ مزید قرض حاصل کرنے کے لیے حکومت کو دوبارہ انھی قرض دہندگان سے رجوع کرنا ہوتا تھا۔ اس لیے ان بے روح اور مفاد پرستی پر مبنی قوانین کا سارا زور پیداوار سے وابستہ طبقے پر چلتا تھا اور پیداواری عمل سے نابلد امرا و رُؤسا کے پاس ارتکاز شدہ دولت کو حکومت سونگھ بھی نہیں سکتی تھی۔

اس چکر نے فرانس کو ایک مستقل معاشی بحران میں پھنسا دیا تھا۔ معاشرے کا یہ حال تھا کہ بے جا ٹیکس کی ادائیگی کو بُرا تو جانا جاتا تھا، لیکن کمزور طبقہ حکومتی دباؤ اور عدالتی نظام سے ڈر کر اُسے بدستور ادا کرتا رہتا تھا۔ معاشی آزادی ایک ایسا اعزاز تھا جو کسی کسی کو حاصل تھا۔ اس پر طُرّہ یہ کہ معاشرہ زبردست تقسیم کا شکار تھا۔ فرانس اور سپین میں معاشی دباؤ کی یہ صورتِ حال گزشتہ دو صدیوں سے قائم تھی اور اس سے نمٹنے کے لیے انھوں نے ایک ایسا طریقہ وضع کیا جو بالآخر تباہ کن ثابت ہوا۔ حکومت نے سرکاری ادارے اور عہدے مال داروں کو کرائے پر دینا شروع کر دیے۔ اب ہوتا یوں تھا کہ معاشی دباؤ میں اضافے سے نبرد آزما ہونے کے لیے نئے نئے عہدے گھڑے جاتے اور انھیں کرائے پر مال داروں کو دے دیا جاتا۔ دوسری جانب اُن سرکاری اداروں اور عہدوں پر براجمان مال دار کاروباری طبقہ نت نئے طریقوں سے ٹیکس لگاتا اور اُسے وصول کرنے کے لیے عدلیہ اور حکومتی انتظامیہ کا سہارا لیا جاتا، حتیٰ کہ جنگوں میں مصروف فوجی بھی اس مقصد کے لیے واپس بلا لیے جاتے، تاکہ طے شدہ ٹیکس وقت پر وصول کیا جا سکے۔

فرانس میں اُس کے ہم عصر برطانوی یا عثمانی خلافت کے برعکس مردم شماری، زمین کی پیداواری صلاحیت عوام کے پاس موجود اثاثہ جات کا ریکارڈ رکھنے کا نظام انتہائی ناقص تھا۔ اُس دور کے مال دار خاندان ٹیکس جمع کراتے ہوئے جھوٹ اور غلط بیانی سے کام لیتے تھے تاکہ اُن پر کم سے کم ٹیکس لگے۔ اس میں مزید خرابی اُس وقت پیدا ہوئی جب اثر و رسوخ والے طبقات کو ٹیکس میں چھوٹ دی جانے لگی۔ اس کے نئے طریقے نکال لیے گئے۔ کہیں طے شدہ ٹیکس میں چھوٹ اور کہیں اُس پیداواری شعبے کو ہی ٹیکس وصولی سے مستثنیٰ قرار دے دیا جاتا اور کہیں مخصوص شعبوں کو سبسڈی دے دی جاتی۔ مندرجہ بالا غیر منصفانہ درجہ بندیوں نے کافی حد تک انقلابِ فرانس کی راہ ہموار کی۔

اس تاریخی واقعے کے تناظر میں ہماری موجودہ معاشی صورتِ حال اور مقتدر قوتوں کی جانب سے کیے جانے والے معاشی کھلواڑ سے پاکستان کے مستقبل کا تعین کرنا مشکل نہیں۔

www.rahimia.org

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

سال 2016ء

2016ء یعنی گزشتہ سال عالمی سیاست کے رُجحانات کا تعین کرنے میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیوں کہ یہ واقعات جہاں ایک پسپا ہونے والی عالمی قوت کی ناکام حکمتِ عملی کا شاخسانہ ہیں، وہیں دوسری طرف مستقبل میں اُبھرنے والی عالمی طاقت کے اقدامات کی کامیابیوں کا بیّن ثبوت نظر آتے ہیں۔

رومی کیتھولک چرچ اور مشرقی آرتھوڈکس چرچ: عیسائی مذہب کا رومی ایڈیشن ’یعنی کیتھولک چرچ، جو پوپ کی سربراہی میں آج ویٹی کن سٹی میں اپنی ذمہ داریاں نبھا رہا ہے۔ اس مذہب کا دوسرا بڑا گروپ یعنی آرتھوڈکس چرچ جس کا مرکز روس ہے، جو مشرقی چرچ بھی کہلاتا ہے۔ عیسائی مذہب کے یہ دونوں بڑے فرقے 16/ جولائی 1054ء کی تقسیم کے نتیجے میں وجود میں آئے تھے۔ اور آہستہ آہستہ دونوں نے مستقل حیثیتیں اختیار کر لی تھیں۔ روسی چرچ اور ویٹی کن سٹی کے سربراہوں نے 12/ فروری 2016ء کو ایک متحدہ منشور پر دستخط کر کے دونوں گروپوں کے درمیان اتحاد پیدا کر دیا۔

عالمی دہشت گردی: یہ سال دنیا میں دہشت گردی کا سال کہلاتا ہے۔ دنیا میں اسلام کے نام پر بنی پہلی اسلامی ریاست جو کبھی عالمی امن، اخوت، بھائی چارہ اور عدل و انصاف کی عملی شکل ہوا کرتی تھی، کو بدنام کرنے کے لیے ایک عالمی دہشت گرد تنظیم کا نام اسلامی ریاست یعنی داعش رکھ کر اس سے دھماکے کروائے گئے۔ عربستان کی سرزمین پر ہمسایہ ملکوں کے علاقوں پر دھونس اور دھاندلی کے بل بوتے پر مسلط ہو کر ان کے علاقے ہتھیانے کے بعد وہاں کے تیل کے خزانے لوٹے گئے۔ ان علاقوں میں خوف و ہراس پیدا کرنے کے لیے بے گناہ انسانوں کے سر قلم کیے گئے۔ پھر ان تمام واقعات کی عالمی میڈیا کے ذریعے شہ سرخیوں کے ساتھ تشہیر کروائی گئی۔

پاناما لیکس 3/ اپریل: ایک طبقے کی کوشش تھی کہ روسی صدر ولادی میر پیوٹن کو کرپشن میں ملوث کر کے اسے دنیا میں بدنام کیا جائے۔ کیوں کہ اس نے بعض مرحلوں میں بعض طاقتوں کی منشا اور مرضی کے برخلاف اقدام اٹھائے تھے۔ البتہ پیوٹن تو ان کی گرفت میں نہ آسکا، لیکن کئی وزرائے اعظموں کو اپنے عہدوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ مثلاً برطانوی وزیر اعظم ڈیوڈ کیمرون، آئس لینڈ کے وزیر اعظم سگمنڈر ڈیوڈ وغیرہ۔ اس کے علاوہ لاکھوں ایسے افراد کے نام سامنے آئے، جن کی 2 لاکھ 14 ہزار 4 سو اٹھاسی آف شور کمپنیاں تھیں، جن کی تفصیل ایک کروڑ 15 لاکھ کاغذات پر مشتمل تھی۔

بریگزٹ 23/ جون: ڈیوڈ کیمرون‘ برطانیہ کی سیاسی تاریخ میں ’’تم احمق بچے ہو‘‘ کے نام کی چھاپ سے بدنام ہو گیا۔ کیوں کہ اس نے ریفرنڈم کروانے کا ایک ایسا احمقانہ فیصلہ کیا، جس کے نتیجے میں برطانیہ ایک بہت بڑے اتحاد ’یعنی یورپی یونین سے علاحدہ ہو گیا۔ نتیجے میں برطانیہ کو یورپ کے ساتھ تجارت کرنے سے ان تمام مراعات سے ہاتھ دھونا پڑ گیا، جو اسے محض یونین کا رُکن ہونے کی وجہ سے میسر تھیں۔

امریکی انتخابات 8/ نومبر: سرمایہ دارانہ جمہوریت کے تحت سال 2016ء میں دنیا کے کل 67 ممالک میں انتخابات ہوئے۔ امریکی طریقۂ انتخاب دنیا کا مبہم اور پیچیدہ ترین طریقہ ہے۔ امریکا کی انٹیلی جنس ایجنسی کے سربراہ کے بہ قول: ’’روس نے ہمارے انتخابی عمل میں مداخلت کر کے کمپیوٹر کے نظام کو ہیک کر کے سارے نتائج ہی تبدیل کر دیے ہیں۔‘‘ حال آں کہ امریکی اپنے انتخابی عمل میں میڈیا کو کوریج کی اجازت نہیں دیتے۔

فیدل کاسترو کی وفات 25/ نومبر: کیوبا کی انٹیلی جنس ایجنسی کے بہ قول: ’’امریکی سی آئی اے نے کاسترو کو قتل کرنے کے لیے کم و بیش 638 حملے کیے تھے، جو کہ سگریٹ کی راکھ کی طرح اپنے آپ کو جلا کر راکھ ہو گئے۔ کاسترو کا کہنا تھا کہ: ’’اگر قاتلانہ حملوں سے بچنا اولمپکس کا کھیل ہوتا تو مجھے گولڈ میڈل ملتا۔‘‘ فیدل کاسترو نے کیوبا کی عدالت کے سامنے اپنی گرفتاری کی صفائی میں بیان دیتے ہوئے کہا تھا: ’’عدالت اسے بری کرے یا نہ کرے، تاریخ اسے ضرور بری کرے گی۔‘‘ اس عالمی لیڈر کی اس سال طبعی موت ہوئی۔

شام کے تجارتی مرکز حلب کی واپسی 13/ دسمبر: اقوامِ متحدہ کے ادارے سلامتی کونسل کے ایک رُکن چرکن نے کہا ہے کہ: ’’شام نے اپنے بہت بڑے تجارتی مرکز حلب، یعنی الیپو کو داعش سے واپس لے لیا ہے۔‘‘ اس کے بہ قول: ’’مشرقی شام میں جو روس کا فوجی آپریشن جاری تھا، وہ مکمل ہو چکا ہے۔‘‘ چرکن نے مزید کہا کہ: تقریباً 5 ہزار فوجی خاندان حلب سے نکل جائیں گے۔ فوجی دستوں کے شام سے نکل جانے کی صورت میں پورا علاقہ شامی حکومت کے زیرِ انتظام آجائے گا۔ لہٰذا شامیوں کو اپنا علاقہ چھوڑ کر کہیں اَور جانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ روسی سفیر کو ترکی میں ایک عوامی تقریب کے دوران سرِ عام گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ اس طرح کے پے در پے واقعات کے ذریعے روس کو برانگیختہ کرنے کی کوشش کی گئی، تاکہ عالمی کشیدگی کو بڑھایا جائے، لیکن روس کی صبر آزما اور دوراندیشی پر مبنی پالیسی نے دشمن کے اس وار کو بھی بے اثر کر دیا۔

گزشتہ سال کے یہ واقعات مثلاً عیسائی مذہب کے دونوں فرقوں یعنی کیتھولک اور آرتھوڈکس میں پیدا ہونے والا اتحاد دنیا میں مذہبی بنیادوں پر پیدا ہونے والی تقسیم کے خاتمے کی طرف پہلا قدم قرار دیا گیا ہے۔ گزشتہ عہد میں اسی تقسیم سے دنیا میں نفرت پھیلائی گئی، جو سامراجی حکمتِ عملی کا حصہ تھی۔ جن طاقتوں نے دہشت گردی پیدا کر کے دنیا کے وسائل لوٹنے کی طرح ڈالی تھی، آج وہ طاقتیں ناکامی سے دوچار ہو چکی ہیں۔ عوامی دولت لوٹ کر تجوریاں بھرنے والے آج منہ چھپاتے پھر رہے ہیں۔ جن طاقتوں کو اپنی انفرادی حیثیتوں کا زعم تھا، انھیں اتحاد سے باہر نکل کر اپنی کم مائیگی کا احساس ہو گیا ہے۔ امریکیوں نے خود ہی اپنے نظام کی بے بسی کا اعتراف کر کے دنیا کی عالمی قیادت سے واپسی کا عندیہ دے دیا ہے۔ عربستان کے میدان میں حلب کی واپسی اور ترکی کی ایشائی اتحاد کی طرف بڑھتی ہوئی پیش قدمی اور روس کی جانب سے کیے جانے والے اقدامات یقیناً دوررَس نتائج مرتب کریں گے۔

www.rahimia.org

رپورٹ: نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

عقل و شعور سے متعلق دو اہم باتیں

زوال کے اسباب کا تحلیل و تجزیہ

20/ جنوری 2016ء کو حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ لاہور میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ اس دوران انھوں نے انسان کو اپنے اعمال پر غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

''دین اسلام کی بنیادی تعلیمات کا سمجھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ انسانیت کے سامنے دین اسلام کے بنیادی پیغام کو خوب کھول کھول کر بیان کر دیجیے۔ دین اسلام انسانی اعمال و افکار و اقوال کو زیر بحث لاتا ہے اور اس حقیقت کا تجزیہ پیش کرتا ہے کہ کون سا عمل اور زبان سے نکلا ہوا جملہ انسانیت کی ترقی، فلاح و بہبود اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے سچے تعلق کا آئینہ دار ہے اور کون سا قول اور عمل انسانیت دشمنی اور اللہ کے حقوق توڑنے والا ہے۔

آج مسلمان معاشرے زوال سے کیوں دوچار ہیں؟ ہمیں اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں سے سوال کریں گے۔ اسی طرح اپنے افکار و خیالات اور اقوال کا بھی جائزہ لینا' مسلمان جماعت کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ سوسائٹی کا تجزیہ کرنے، اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے، مسائل کا ادراک کرنے اور اُن کے حل کے لیے صحیح اور درست لائحۂ عمل اختیار کرنے کے بارے میں تم سے ضرور سوال کیا جائے گا۔ جہالت، حماقت اور ظلم و ستم سے دنیا اور آخرت میں کامیابی نہیں ہوسکتی۔ دنیا میں اگر کسی آدمی کو کسی قانون سے واقفیت نہ ہو اور وہ کہے کہ مجھے تو اس قانون کا پتہ نہیں تھا، اس لیے میں نے یہ قانون توڑا۔ قانون سے واقف نا ہونا، اُسے سزا سے نہیں بچا سکتا (Ignorance of Law is no Excuse)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُن تمام قوانین کو جاننا اور سمجھنا لازمی اور ضروری ہے، جو خدا پرستی اور انسان دوستی سے متعلق ہیں۔ تاکہ انسان غلطیوں کے ارتکاب سے بچے اور سوسائٹی کی اجتماعی طاقت اور قوت کو انسانیت کے حق کے لیے قائم کرنے کی جدوجہد اور کوشش کرے۔

پچھلے ڈھائی سوسال سے مسلمان جس زوال کی حالت میں ہیں، اس کا عقل و شعور کی بنیاد پر جائزہ لے کر تجزیہ کرنا اور اس حقیقت کو سمجھنا چاہیے کہ غلامی کی یہ حالت ہماری سوسائٹی پر کیوں طاری ہوئی؟ اجتماعی طور پر زوال ہم پر کیوں ہے؟ آج ہم اس دنیا میں جہنم کی سی زندگی بسر کرنے پر کیوں مجبور ہیں؟ مسلمانوں کا خون ہر جگہ کیوں بہہ رہا ہے؟ ذلت اور رُسوائی، تباہی اور بربادی، مسلمان معاشروں کی ہی کیوں ہو رہی ہے۔ وہ چاہے انبیاؑ کی سرزمین شام ہو جو آگ میں جل رہا ہے یا عراق و فلسطین ہو۔ اسی طرح افریقا کے ممالک ہوں یا ایشیا ہو، ان میں انسانیت سسک رہی ہے، بالخصوص مسلمان۔ پوری انسانی آبادی تباہ و برباد کر دی گئی۔ سوسائٹی کی تمام تر سماجی ترقیات ملیامیٹ کر کے رکھ دی گئیں۔ مسلمانوں کی یہ سوسائٹیاں کیوں تباہ و برباد ہوگئیں؟ قرآن حکیم نے عقل و شعور اور فہم و بصیرت کی دعوت دی ہے کہ ہم اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی کوشش کریں۔''

حضرت رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا کہ: ''قرآن حکیم یہ تجزیہ کرتا ہے کہ جو قومیں خود اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے، اپنی سوسائٹی کے مسائل حل کرنے کا ادراک نہیں کرتیں، اس کے لیے وہ کوشش اور جدوجہد نہیں کرتیں تو اللہ بھی ایسی قوموں کی حالت کو نہیں بدلتا۔ اپنی حالت کو بدلنا، اپنی سوسائٹی کو بدلنا اُس وقت تک ممکن نہیں، جب تک ہم عقل و شعور سے دو باتوں کو پیش نظر نہیں رکھتے: ایک یہ کہ ہماری زبان سے نکلنے والا ہر قول، فعل اور تحریری معاہدہ یا معاملہ، جب تک کسی ایک فکر، ایک نظریے، ایک سوچ پر یکسو نہ ہو۔ ایک واضح اور دو ٹوک فکر اور نظریہ اپنی سوسائٹی کی ترقی کا پیش نظر نہ ہو۔ سوسائٹی کی ترقی یا تبدیلی کے لیے دوسرا بڑا کام اپنے اندر وہ اجتماعی نظم و نسق پیدا کرنا، اجتماعی طاقت پیدا کرنا ہے، جس کے ذریعے سوسائٹی کا سیاسی، معاشی اور سماجی کردار متعین ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے سے سیاسی، معاشی اور اجتماعی قوت کا اظہار ہو۔ اجتماعی طاقت اور قوت ہی دراصل ایک نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ اور یہ اجتماعی طاقت اور قوت کسی ایک فکر اور نظریے پر متعین طور پر یکسو ہونے سے آگے بڑھنے سے وجود میں آتی ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ پچھلے دو ڈھائی سوسال سے مسلمانوں نے اپنا اجتماعی نظام قائم کرنے کے لیے کوئی وحدتِ فکری قائم کی ہے؟ اجتماعی طاقت پیدا کرنے کے لیے کوئی سوچا سمجھا ہوا راستہ جو انسانیت کی ترقی اور فلاح و بہبود کا ہو، اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے کردار ادا کرے، وہ موجود ہے؟ اور اگر وحدتِ فکری نہیں تو وحدتِ عملی یا اجتماعی طاقت اور قوت کیسے وجود میں آسکتی ہے؟ وحدتِ فکری تب پیدا ہوتی ہے کہ جب آپ یہ متعین کرلیں کہ سوسائٹی میں جو افکار و خیالات اور جو تصورات موجود ہیں، وہ دین اسلام کی بنیادی تعلیمات سے موافقت رکھتے ہیں یا اُس کے مخالف ہیں۔ یہ چھانٹی کرنا ضروری ہے کہ کون سا فکر، نظریہ اور نظام انسانیت کی خرابی کا ہے اور کون سی سوچ اور کردار انسانیت کی ترقی کا ہے۔ افکار کا دنیا میں جائزہ لیا جائے اور پھر انسانیت کی ترقی کی بنیادی سوچ اور فکر کو شعوری بنیاد پر فہم و بصیرت کے ساتھ قبول کیا جائے۔ وحدتِ فکری کے لیے ضروری ہے کہ جتنے مختلف خیالات اور منفرد و متضاد تصورات ہیں، آدمی ان کے اُلجھاؤ سے نکل کر ایک نظریے اور سوچ پر مستقیم ہوجائے۔ درست راستہ اختیار کرے۔

وحدتِ فکری کے لیے ضروری ہے کہ جتنے مختلف خیالات اور منفرد و متضاد تصورات ہیں، آدمی ان کے اُلجھاؤ سے نکل کر ایک نظریے اور سوچ پر مستقیم ہوجائے۔

آج ہمارے معاشرے کی سب سے بڑی شناخت یہ بن چکی ہے کہ ژولیدہ فکر ہماری سوسائٹی میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ افکار و خیالات کی دنیا میں انتشار ہے۔ یہی فکری انتشار سوسائٹی کی اجتماعی طاقت پیدا نہ کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ نظریات کی دنیا میں یا سرمایہ دارانہ سوچ اور فکر یا سوشل ازم پر مبنی افکار و خیالات، یا مسخ شدہ اور رجعت پسند مذہبی تخیلات و تصورات جو سوسائٹی کے اندر مذہبیت کے نام پر انسانیت کو بے وقوف بنانے، حماقت کا ارتکاب کرنے پر مجبور کر رہے ہیں، موجود ہیں، ان کو سمجھ کر ان کے مقابلے میں دین اسلام کی سچی تعلیمات پر یکسوئی اور وحدتِ فکری کا پیدا کیا جانا ضروری ہے۔''

www.rahimia.org

بچوں کا کالم

خواجہ عبدالحیٔ فاروقیؒ (تلمیذِ خاص مولانا عبیداللہ سندھیؒ)

جسم اور کپڑوں کی صفائی

صاف ستھرا رہنے کی کوشش کرو۔ جسم اور کپڑوں کو میل کچیل، گندگی، ناپاکی اور دھبوں سے بچاؤ۔ اگر تم انھیں صاف رکھو گے تو سب لوگ تمھاری عزت کریں گے۔ تمھیں محبت کی نگاہ سے دیکھیں گے اور تمھارا اللہ بھی تم سے خوش ہوگا۔ دیکھو! اللہ پاک نے جب ہمارے رسول پر اپنا کلام اُتارنا شروع کیا تو پہلے پہلے جو سورتیں اُتاریں، ان میں ایک سورۂ مدثر بھی ہے۔ اس کی پہلی آیتوں میں یوں آتا ہے:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ (4-5:74) (اور اپنے کپڑوں کو خوب اچھی طرح پاک و صاف رکھو اور ناپاکی سے دور رہو۔) ایک اور جگہ فرمایا: فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ۝ (28:9) (اس میں ایسے لوگ ہیں جو خوب صاف ستھرا رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب صاف ستھرا رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔)

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صفائی کو بہت پسند فرماتے۔ اس پر زور دیتے اور دوستوں کو تاکید کرتے۔ فرماتے: "الطّھور شطر الإیمان." (پاک وصاف رہنا آدھا ایمان ہے۔) (مسلم شریف)

اگر ایک شخص روزانہ نہا نہیں سکتا تو اسے ہفتے میں ایک بار ضرور نہانا چاہیے: "غسل یوم الجمعة واجب علیٰ کلّ محتلم و أن یستنّ و أن یمسّ طیّبا" (جمعہ کے دن کا نہانا ہر نوجوان کے لیے ضروری ہے۔ اسے چاہیے کہ دانتوں کو مسواک سے صاف کرے اور خوشبو لگائے۔) (بخاری) حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ کہتے ہیں کہ: رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ملنے کے لیے تشریف لائے۔ آپؐ نے ایک شخص کو دیکھا، جس کے بال پریشان تھے۔ آپؐ نے فرمایا: "کیا اس کے پاس اپنے بالوں کو درست کرنے کے لیے کچھ نہیں؟ ایک اَور شخص پر آپؐ کی نظر پڑی، جس کے کپڑے میلے کچیلے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: "کیا اس کے پاس اپنے کپڑے دھونے کا سامان نہیں۔"

اللہ اور رسولؐ کے ان حکموں کی وجہ سے جسم اور کپڑوں کی صفائی مسلمانوں کا قومی نشان بن گیا تھا اور ہر مسلمان پاک وصاف رہنا مذہبی اور دینی فرض خیال کرتا تھا۔ ایک دفعہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دوست حضرت بلال حبشیؓ سے پوچھا کہ "میں کل جنت میں گیا تو میں نے تمھارے جوتے کی آواز سنی۔ تم جنت میں مجھ سے پہلے کیسے پہنچ گئے؟" انھوں نے کہا: "میری عادت یہ ہے کہ اذان کہنے کے بعد ضرور ہی دو رکعت پڑھ لیتا ہوں اور جب وضو ٹوٹ جاتا ہے، فوراً دوسرا وضو کر لیتا ہوں۔"

عرب کے مشہور سخی حاتم طائی کے لڑکے حضرت عدیؓ فرماتے ہیں کہ: "جس روز سے میں مسلمان ہوا ہوں، ہر نماز کے وقت وضو کرتا ہوں۔" امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نہایت صفائی پسند تھے۔ جب سے آپؓ نے اسلام قبول کیا، آپؓ روزانہ غسل فرماتے۔ اچھا کپڑا پہنتے اور خوشبو لگاتے۔ (بقیہ صفحہ 12 پر)

عباراتِ اکابر

مولانا مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

نصیحت گوئی میں نرمی واحترامِ انسانیت کا اثر

شاہ عبدالقادر دہلویؒ (1753ء-1814ء) حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے صاحبزادے ہیں۔ وہ اپنے زمانے میں قرآنی علوم وافکار کے ترجمان تھے۔ تمام علوم و فنون میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ انھوں نے فلسفہ ولی اللّٰہی کے مطابق قرآن وسنت کی خدمت واشاعت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا۔ تعلیم کے ساتھ لوگوں کی تربیت اور وعظ ونصیحت میں بھی ملکہ رکھتے تھے۔ ان کا درجِ ذیل واقعہ ایک مثال ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے اپنے وعظ میں ایک شخص کو دیکھا، جس کا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے تھا۔ انھوں نے وعظ کے بعد اسے کہا کہ: "ذرا ٹھہر جایئے، مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔" خلوت میں بٹھا کر یوں فرمایا کہ: "بھائی! میرے اندر ایک عیب ہے کہ میرا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے ڈھلک جاتا ہے اور حدیث میں یہ وعیدیں آئی ہیں۔" اور آپ اپنا پاجامہ دکھلانے کے لیے کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ: "خوب غور سے دیکھنا کہ کیا واقعی میرا خیال صحیح ہے یا وہم ہے؟" اس شخص نے شاہ صاحبؒ کے پاؤں پکڑ لیے اور کہا کہ حضرت! آپ کے اندر تو یہ عیب کیوں ہوتا؟ البتہ میرے اندر ہے، مگر اس طریقے سے آج تک مجھے کسی نے سمجھایا نہیں تھا۔ اب میں تائب ہوتا ہوں۔ انشاءاللہ آئندہ ایسا نہ کروں گا۔

ہمارے اکابر کا ہمیشہ سے یہی معمول رہا ہے کہ کسی کو ذلیل نہیں سمجھتے تھے۔ نہایت احترام سے اس کو نصیحت کرتے تھے۔ تشدد نہیں کرتے تھے۔ اور بعض میں جو اس کا شبہ ہوتا ہے، وہ حدّت (طبیعت کی تیزی) ہے۔ شدت نہیں ہے۔ حِدّت کے باب میں تو حدیث میں آیا ہے: "لَیسَ أحدٌ أولیٰ مِنْ صَاحِبِ الْقُرْآنِ فِیْ جَوْفِهٖ." (کذا فی المقاصد الحسنة) (صاحبِ قرآن جب قرآن اس کے سینے میں ہو، اس سے زیادہ تیز طبیعت والا کوئی شخص نہیں۔ یعنی اس میں قرآن کی وجہ سے عزت اور حدت (تیزی) آسکتی ہے۔)

جس کی حقیقت غیرت ہے۔ لوگ حدت (تیزی) اور شدت (سختی) میں فرق نہیں کرتے۔ حدّت اَور ہے، شدت اَور ہے۔ حدّت، لوازمِ ایمان سے ہے۔ مؤمن بہت غیرت مند ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی کسی کی بیوی کو چھیڑے تو غصہ آتا ہے۔ اب اگر دیکھنے والا کہے کہ یہ تو بہت تیز مزاج ہے تو اس سے یہ کہا جائے گا کہ کم بخت! کچھ نہ کہنا تو بے غیرتی ہے۔ اس لیے دین دار کو خلافِ دین پر تحمل نہیں ہوتا۔ (ارواحِ ثلاثہ، ص49)

1) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خلافِ دین باتوں پر بعض اوقات غصہ آجاتا تھا، مگر وہ غصہ عموماً اپنوں کے لیے ہوتا تھا یا دشمنوں کی شعائرُ اللہ کی بے حرمتی اور استہزا پر ہوتا تھا۔

2) شاہ صاحبؒ کی طرح اگر سمجھانے کا انداز اختیار کیا جائے تو نصیحت کا بہت اثر ہوتا ہے، جیسا کہ شاہ صاحب کے مخاطب نے اعتراف کیا کہ آج تک کسی نے اس طریقے سے نہیں سمجھایا۔

3) دوسرے کی تحقیر وتذلیل اور اپنے آپ کو برتر سمجھ کر طنز کرنا تکبر وعُجب کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بزرگوں کے اخلاقِ حسنہ سے مزین فرمائے۔ آمین!

www.rahimia.org

وسیم اعجاز، کراچی

سلطان الہند امام محی الدین محمد اورنگزیب عالمگیرؒ

سلطان اورنگزیب عالمگیرؒ کی پیدائش اتوار کی رات 15/ ذوقعدہ 1028ھ/ 25/ اکتوبر 1619ء کو گجرات کے قریب ''دوحد'' کے مقام پر ہوئی۔ ان کا نام اورنگزیب اور والد کی طرف سے نام ''عالمگیر'' اور لقب محی الدین تھا۔ ان کے والد سلطان شہاب الدین محمد شاہ جہان نے ان کی تعلیم کے لیے بہترین اساتذہ مقرر کیے۔ جن میں مولانا عبداللطیف سلطان پوریؒ، مولانا محمد ہاشم گیلانیؒ، شیخ محی الدین بہاریؒ، ملاجیونؒ اور سید محمد قنوجیؒ کے علاوہ نواب دانش مند خان قابلِ ذکر ہیں۔ انھوں نے خوش نویسی کی تعلیم بھی حاصل کی۔ اپنے ہاتھوں سے قرآنِ حکیم کی کتابت کرتے تھے۔

اورنگزیبؒ کا فطری رُجحان امامِ ربانی شیخ احمد سرہندیؒ کی تعلیمات کی طرف تھا۔ اسی لیے وہ امامِ ربانیؒ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ کے حلقۂ بیعت میں داخل ہوگئے اور ان کے صاحبزادے شیخ سیف اللہ مجددیؒ سے سلوک کی منازل طے کیں۔ اس طرح انھوں نے نہ صرف اپنی خاندانی روایت کو برقرار رکھا، بلکہ ان مجددی حضرات سے ظاہری و باطنی تربیت بھی حاصل کرتے رہے۔ ان کا نہ صرف یہ کہ امامِ ربانی مجددالف ثانیؒ کے خانوادے کے ساتھ بلکہ ہندوستان میں اس وقت دستیاب تمام اولیائے کرامؒ اور علمائے عظامؒ کے ساتھ انتہائی عقیدت کا تعلق تھا۔

18 سال کی عمر میں پہلی باقاعدہ معرکہ آرائی ہندوستان کی ایک ریاست بندھیل کھنڈ کے راجہ کے خلاف 1635ء میں ہوئی۔ 1636ء میں دکن کی صوبہ داری پر مامور کیا گیا۔ 1645ء کو گجرات کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری دی گئی، جسے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ نبھایا۔ جوانی کے دور میں مختلف جنگی مہمات میں مشغولیت رہی۔ ہندوستان کی حکومت کے خلاف اُٹھنے والی کئی بغاوتوں کا سدِباب کیا۔ شاہ جہان کے بعد 1658ء میں 40 برس کی عمر میں ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگزیب عالمگیر کے نام سے تختِ ہند پر متمکن ہوئے۔ حکومت کے استحکام کے لیے کئی اہم اقدامات کیے۔ باغی سکھوں اور ظالم مرہٹوں کی سرکوبی کی۔

قرآنِ حکیم سے بہت زیادہ لگاؤ تھا۔ تخت نشین ہونے کے بعد پورا قرآنِ حکیم حفظ کیا۔ اگرچہ اس زمانے میں ہندوستان میں کتبِ حدیث کی زیادہ نشر و اشاعت نہیں ہوئی تھی، لیکن جو کتابیں میسر آتیں؛ وہ ان سے پورا استفادہ کرتے تھے۔ تخت نشین ہونے سے قبل اور بعد 40 احادیث پر مشتمل الگ الگ اربعین (چہل حدیثیں) مرتب کیں۔ ان احادیث کا فارسی ترجمہ کیا اور ان پر مفید فوائد اور حواشی لکھے۔ وہ انشا پردازی کے بھی بڑے ماہر تھے۔ شعروشاعری کا بہت عمدہ ذوق رکھتے تھے۔

سلطان محمد اورنگزیبؒ نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے بادشاہ تھے، بلکہ امیرالمؤمنین اور امام کی حیثیت رکھتے تھے۔ مسلمانانِ ہند کے لیے اہم ستون اور ان کو منظّم اجتماعیت میں پرونے والے تھے۔ ان کے قائم کیے ہوئے نظامِ سلطنت کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ بارہویں صدی کے شروع میں سلطان محی الدین محمد عالمگیرؒ امام اور مجدد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انھوں نے ہندوستان کی سلطنت کے طرز کو وطنی اجتماعیت کے دائرے سے نکال کر دینی اسلامی سلطنت کی صورت میں قائم کرنے کا تجدیدی کام سرانجام دیا۔ انھوں نے ہندوستان میں مختلف زبانیں بولنے والی اور بہت سے مذاہب رکھنے والی 20 کے قریب ہندوستانی ریاستوں پر اپنی حکمرانی قائم کی۔ انھوں نے ہندوستان پر کمالِ تدبر کے ساتھ 50 سال تک حکمرانی کی۔

امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ سلطان اورنگزیب عالمگیرؒ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''شاہ جہان کا سجدۂ تعظیم سے منع کرنا امامِ ربانی شیخ احمد سرہندیؒ کے تجدیدی کام کے اثر کو قبول کرنے کا نتیجہ تھا۔ اس کے بعد سلطان شاہ جہاں ہمیشہ شریعتِ اسلام رائج کرنے اور جو کچھ پہلے فساد ہو چکا تھا، اس کی اصلاح کرنے میں لگے رہے، یہاں تک کہ ان کے بعد ان کے بیٹے امام مجدد سلطان محی الدین محمد عالمگیر آئے اور انھوں نے اس تجدیدی کام کی تکمیل کی۔ اس طرح انھوں نے اپنی سلطنت کو، جو ہندوستان کے تمام علاقوں پر مشتمل تھی، علمی اور عملی حوالے سے دینی بنادیا۔''

سلطان اورنگزیب عالمگیرؒ نے 1658ء میں نظامِ حکومت چلانا شروع کیا۔ ہندوستانی اُفق پر عدل و انصاف کا سورج طلوع ہوا۔ اس لیے کہ وہ عدل و احسان کی فطرت لے کر پیدا ہوئے تھے۔ ہندوستان سے ظلم ختم کر کے عدل و انصاف کا نظام قائم کیا۔ انھوں نے ٹیکس معاف کردیے۔ علم و شعور کو فروغ ملا اور انسانی سماجی ضروریات کے تمام شرعی احکامات حنفی مذہب کے مطابق جمع کیے۔ 8 سال کی محنت کے بعد اس کی تدوین عمل میں آئی اور اس کا نام ''فتاویٰ عالمگیری'' رکھا گیا۔ یہ فتاویٰ تمام مسلم ممالک حجاز، شام، مصر اور روم میں بڑی شہرت اختیار کر گیا۔ فتاویٰ عالمگیری پر اعتماد کی وجہ سے علما کے درمیان کوئی فقہی اختلاف نہ رہا تھا۔ فقہی مسائل پر سلطان اورنگزیب عالمگیر کو بہت عبور تھا اور اس کی جزئیات کے ماہر تھے۔ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین کے بعد پورے ہندوستان میں حکم جاری فرما دیا کہ تمام عدالتی فیصلوں میں اس کو سامنے رکھا جائے۔

سلطان اورنگزیب عالمگیرؒ کی یہ خصوصیت تھی کہ روزانہ دو تین مرتبہ دربارِ عام منعقد کیا کرتے تھے، جس میں ہر چھوٹا بڑا بغیر کسی روک ٹوک کے آ سکتا تھا اور اپنی عرض بیان کر سکتا تھا۔ سرکاری خزانے سے اپنے ذاتی استعمال کے لیے ایک پائی بھی نہیں لی۔ انھوں نے مملکت میں امور کی انجام دہی کے حوالے سے روزنامچہ لکھنے اور وقتاً فوقتاً اس کو چیک کرنے کا اہتمام کروایا، تاکہ امورِ سلطنت میں کسی کی حق تلفی کی گنجائش نہ رہے۔ علم و آگہی کی یہ صورتِ حال تھی اور اہلِ علم کو اس درجے تک ترقی کا اہتمام کردیا کہ دنیا کے تمام شہروں سے لوگ وہاں پہنچنے اور استفادہ کرنے کو باعثِ عزت و افتخار خیال کرتے تھے۔ اوقات کو شیڈول کے مطابق سرانجام دینے کا طریقہ اپنایا۔

ہندوستان کے اس عظیم الشان بادشاہ نے 91 سال عمر پائی اور 50 سال عادلانہ اصولوں کے مطابق حکمرانی کی۔ بالآخر 1118ھ/ 21/ فروری 1707ء بروز جمعۃ المبارک کو ایک طویل عمر اور انتھک جدوجہد کے بعد دکن میں اس دارِفانی سے کوچ کر گئے۔ ان کا مزار حیدرآباد دکن اورنگ آباد کے نزدیک 'روضہ خلدآباد' میں ہے۔

www.rahimia.org

تحریر: سید مطلوب علی زیدی، راولپنڈی

آہ! محمد یوسف ولی اللّٰہی

گزشتہ دنوں ایک عظیم جانکاہ حادثہ پیش آیا۔ ہمارے بہت ہی پیارے اور قیمتی دوست جناب محمد یوسف ولی اللّٰہی مختصر سی علالت کے بعد ہارٹ اٹیک کا شکار ہو کر اس دارِفانی سے کوچ کر گئے۔ إنّا للّٰه و إنّا إليه راجعون۔

ان کی پیدائش 17 جولائی 1950ء بروز سوموار بمقام قصبہ تلمبہ سابق ضلع ملتان موجودہ ضلع خانیوال میں ہوئی۔ قرآن پاک مولانا نیاز احمد شاہ گیلانیؒ اور امام جامع مسجد تلمبہ مولانا محمد یوسف سے پڑھا۔ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول تلمبہ سے ہوئی۔ میٹرک ایم ڈی سی ہائی سکول تلمبہ سے 1968ء میں فرسٹ ڈویژن سے پاس کیا۔

ہائی سکول کے زمانے میں ان کے ایک استاد محترم الطاف الرحمٰن —— جو کہ امام انقلاب حضرت عبیداللہ سندھی قدس سرہٗ کی وساطت سے حضرت الامام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ سے بہت گہری عقیدت رکھتے تھے —— نے انھیں بچپن ہی میں حضرت الامام شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کا عقیدت مند بنا دیا تھا۔ اسی لیے انھوں نے سکول کے زمانے میں ہی اپنے نام کے ساتھ ''ولی اللّٰہی'' لکھنا شروع کر دیا تھا۔

انھوں نے ایف اے گورنمنٹ ڈگری کالج میاں چنوں سے 1971ء میں فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ 1974ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے بی اے کیا۔ اس دوران 2 سال وکالت کے بھی مکمل کیے۔ پھر اسے ادھورا چھوڑ کر پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ہی 1977ء میں ایم اے لائبریری سائنس کا کورس مکمل کیا۔ اس دوران بندہ ناچیز کے پاس 56- میکلوڈ روڈ لاہور میں ہی قیام رہا۔ وہاں آفس کی صفائی، کھانا پکانے اور برتن وغیرہ دھونے میں بندہ کا ہاتھ بٹاتے تھے اور اس میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد 18/ دسمبر 1980ء سے 12/ فروری 1984ء تک گورنمنٹ ٹریننگ انسٹیٹیوٹ مظفر گڑھ میں لائبریرین کی حیثیت سے فرائض انجام دیے۔ 13/ فروری 1984ء سے 30/ مئی 1989ء تک گورنمنٹ کالج آف کامرس ملتان میں رہے۔ پھر 31/ مئی 1989ء سے 13/ ستمبر 2006ء تک گورنمنٹ انسٹیٹیوٹ آف کامرس میاں چنوں میں متعین رہے۔ 14/ ستمبر 2006ء سے 31/ دسمبر 2011ء تک گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی فیصل آباد میں لائبریرین کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔

بندہ کا اُن سے تقریباً 50 سال تک بہت ہی محبت اور پیار کا تعلق رہا۔ وہ بہت ہی نوعمری میں حضرت مولانا نیاز احمد شاہ گیلانیؒ (خلیفہ مجاز حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ) کی وساطت سے حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ سے 60، 70 کی دہائی میں بیعت ہو گئے تھے۔

پھر حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ سے جو کہ حضرت نیاز احمد شاہ گیلانیؒ کے گہرے دوست تھے۔ بندہ ناچیز کا بھی حضرت شاہ صاحب سے عقیدت کا تعلق تھا اور وہ حضرت اقدس رائے پوری ثانی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ کے مجازین میں سے تھے۔ اس لیے ہمارا بھی تلمبہ آنا جانا تھا۔ اس وجہ سے حضرت اقدس رائے پوری رابع نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ ساتھ محمد یوسف ولی اللّٰہی سے بھی ہماری دوستی ہو گئی۔ پھر ان کے ذریعے سے جے ٹی آئی میں اور بھی بہت سے دوست شامل ہو گئے۔ اس طرح ایک پوری جماعت تلمبہ کی شاخ کا حصہ بن گئی۔ ان دوستوں میں بالخصوص رانا محمد یوسف مرحوم، شیخ اجمل، رانا محمد انور (لاہور)، جاوید صاحب (ملتان)، کرنل عبدالستار (ملتان)، خالد اور عبدالشکور وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

محمد یوسف ولی اللّٰہی نے جے ٹی آئی میں بڑا سرگرم کردار ادا کیا۔ وہ جے ٹی آئی کے ناظم عمومی کے عہدے سے بندہ ناچیز کی سبکدوشی کے بعد مرکزی ناظم عمومی کے عہدے پر بھی دو سال تک فائز رہے۔ انھیں بالخصوص حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ سے بڑی محبت اور بڑی گہری عقیدت تھی۔ عشق کی حد تک تعلق تھا۔ حضرت اقدس مولانا عبدالعزیز رائے پوری ثالث قدس سرہٗ کے بعد انھیں ہی امام وقت تسلیم کرتے تھے۔ حضرت رائے پوری رابع قدس سرہٗ بھی ان پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ انسان دوستی کے ساتھ خدا پرستی میں بھی صلاحیتِ تامہ رکھتے تھے۔ حضرت رابعؒ کے بعد موجودہ حضرت خامس، حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ العالی سے گہری عقیدت و محبت کا تعلق قائم رہا۔ اور حضرت اقدس مدظلہ العالی بھی بہت شفقت فرماتے تھے۔ بندہ ناچیز سے بھی بہت ہی محبت و پیار کا تعلق تھا۔ بندہ نے مختلف شعرا کا ایک شعری مجموعہ ''انتخابِ مطلوب'' کے نام سے ترتیب دیا تھا۔ اس کا ابتدائیہ ''خیالِ دوست'' کے نام سے انھوں نے ہی تحریر کیا تھا۔ اس کو پڑھنے سے ان کی محبت کا صحیح نقشہ سامنے آ جاتا ہے۔

محمد یوسف ولی اللّٰہی ریٹائرمنٹ کے بعد ادارہ فیضان البرکت ماڈل ہائی سکول فیصل آباد میں انگلش کے استاد کی حیثیت سے پڑھاتے رہے۔ 29/ اکتوبر 2016ء کو پیٹ میں درد ہوا اور شدت اختیار کر گیا۔ ہسپتال میں بھی داخل رہے۔ 5 دن بیمار رہے۔ 3/ نومبر 2016 بروز جمعرات رات ساڑھے آٹھ بجے آپریشن تھیٹر میں آپریشن سے پہلے ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ 4/ نومبر 2016 بروز جمعہ 11:30 بجے ان کی تدفین ہوئی۔ إنّا للّٰه و إنّا إليه راجعون۔

انتقال سے چند روز پہلے سب بچوں کو تلقین کی کہ ''میں نے ساری زندگی انسانوں بالخصوص اپنی والدہ کی خدمت میں گزاری اور عاجزی اختیار کی اور مجھے جو کچھ ملا، والدہ محترمہ کی خدمت اور مشائخ رائے پور کی عقیدت و تعلق و محبت کے نتیجے میں ملا۔ آپ لوگوں نے بھی اسی طریق کو اختیار کرنا ہے۔''

www.rahimia.org

ادارہ رحیمیہ لاہور میں ''سعیدیہ بلاک'' کی تعمیر کا آغاز

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ کی سرپرستی میں 2001ء میں ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ اس وقت سے ادارہ کے تعلیمی اور تربیتی کارواں میں جڑنے والوں میں ہر سال باقاعدہ اضافہ ہوتا چلا آ رہا ہے۔ ادارہ کے قیام کی پہلی دہائی گزرنے کے بعد ادارہ کو وسیع کرنے کی ضرورت روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ادارہ کی وسعت کی ضرورت کے پیشِ نظر حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ کی زندگی میں ہی ادارہ کے متصل ایک پلاٹ خرید لیا گیا تھا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ یکم جنوری 2017ء/ ۲؍ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ بروز اتوار کا وہ خوب صورت اور سعید دن آیا کہ ادارہ رحیمیہ لاہور کے اس پلاٹ پر حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے منسوب ''سعیدیہ بلاک'' کی تعمیر کے آغاز کے لیے بیسمنٹ کی کھدائی کا افتتاح ہوا۔ اس روز 9 بجے ہی مہمانانِ گرامی کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ صبح 10 بجے اس تقریب کا آغاز ہوا۔

''سعیدیہ بلاک'' کی تعمیر کا افتتاح کرتے ہوئے سب سے پہلے حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ (جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ) نے کسّی کے ساتھ مٹی کی کھدائی کی۔ ان کے بعد حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ کے خلفا حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن، حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی، حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر، حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن، حضرت مولانا ڈاکٹر محمد ناصر عبدالعزیز اور اراکین مجلس شوریٰ محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی، محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ اور مولانا محمد عباس شاد نے یکے بعد دیگرے مٹی کی کھدائی میں حصہ لیا۔ اس موقع پر حضرت سیّد مطلوب علی زیدی اور حضرت صوفی محمد سرور جمیل (مجازین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ) بھی موجود تھے۔ اس کے بعد حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے دعا فرمائی، جس میں تمام احباب نے شرکت کی۔ اس کے بعد ایکسیویٹر مشین سے بیسمنٹ کے لیے زمین کی کھدائی شروع کر دی گئی۔ ''سعیدیہ بلاک'' کی تعمیر کا کام حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ کے قدیم متوسل جناب انجینئر مدثر ستار صاحب اپنی تعمیراتی کمپنی BEMSOL سے کروا رہے ہیں۔ جناب انجینئر علی ندیم نے اس بلاک کی تعمیراتی ڈرائنگ تیار کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

دعا کے بعد تمام احباب و متعلقین نے ادارہ کی مجلس شوریٰ اور ناظم اعلیٰ ادارہ حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری کو مبارک باد پیش کی کہ ادارہ کی وسعت کے سلسلے میں ان کی کوششیں اور کاوشیں رنگ لائی ہیں۔ اس موقع پر مہمانوں کے لیے مٹھائی اور چائے وغیرہ سے ضیافت کا اہتمام کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رائے پوری سلسلے کے فیض کو عام فرمائے اور ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ احباب اس کی تعمیر میں خوش دِلی کے ساتھ تعاون فرمائیں۔

تقریبِ رونمائی

سوانح حیات حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے شروع ہونے والے ولی اللّٰہی تجدیدی فکر و تحریک کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت تحریری میدان میں دور کی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے تصنیف و تالیف کے شعبے میں نمایاں کام کرنا بھی ہے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ولی اللّٰہی تحریک کے ہر دور کے اکابر نے اس ضمن میں نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان میں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، امام شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، شاہ رفیع الدین دہلویؒ، شاہ عبدالقادر دہلویؒ، شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، مولانا عبیداللہ سندھیؒ، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مولانا سیّد محمد میاںؒ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ سمیت ان گنت نام شامل ہیں۔

اسی روایت کے تسلسل میں ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ لاہور کے شعبہ مطبوعات نے اب تک کئی ایک گراں قدر کتب شائع کی ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور شریف کے بانی قطبِ عالم حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہٗ کی سوانح حیات کی اشاعت ہے۔ مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ جو کہ اس خطہ برعظیم پاک و ہند و بنگلا دیش میں تحریکِ آزادی اور دین اسلام کے اساسی شعبوں؛ شریعت، طریقت اور سیاست میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے والی انتہائی نمایاں شخصیات میں سے ہیں، لیکن آپ کے حالاتِ زندگی تفصیل سے دستیاب نہ تھے۔ اس کمی کو خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے موجودہ مسند نشین حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے پورا کیا۔ اس کتاب کا اوّلین ایڈیشن 1998ء میں شائع ہوا تھا، مگر وہ بھی عرصہ سے نایاب تھا۔ حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید تحقیق کے بعد نئے مواد کو شامل کر کے اس کتاب کو اب ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت عطا کر دی ہے۔ جو کہ بڑے سائز کے 720 صفحات پر مشتمل ادارہ رحیمیہ نے دوبارہ شائع کی ہے۔

مؤرخہ 28؍ جنوری 2017ء کو قائدِ اعظم پبلک لائبریری باغِ جناح لاہور میں اس کتاب کی پُر وقار تقریبِ رونمائی منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت صدر ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ جناب مفتی عبدالمتین نعمانی نے فرمائی، جب کہ حضرت مفتی ڈاکٹر سعید الرحمٰن سرپرست ادارہ رحیمیہ/ پروفیسر موسیٰ پاک شہید چیئر بہاء الدین زکریا یونیورسٹی نے بہ طورِ مہمانِ خصوصی اس تقریب کو رونق بخشی۔ حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن ڈائریکٹر ادارہ رحیمیہ پشاور کیمپس، پروفیسر امجد علی شاکر سابق پرنسپل اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور، پروفیسر ڈاکٹر محمود الحسن عارف سابق ڈائریکٹر اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، ڈاکٹر ظہیر احمد بابر ڈائریکٹر جنرل پنجاب پبلک لائبریریز نے کتاب کے

www.rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

بارے میں اپنے قیمتی اور وقیع خیالات کا اظہار فرمایا۔ جب کہ نظامت کے فرائض پروفیسر شاہ زیب خان اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ انگریزی پنجاب یونیورسٹی لاہور نے سرانجام دیے۔ قاری عبدالرؤف نے تلاوتِ کلامِ پاک اور قاری محبوب الرحمٰن انور نے خانقاہِ رائے پور کے حوالے سے نظم پیش کی، جب کہ تقریب کی ریکارڈنگ ادارہ رحیمیہ کی آئی ٹی ٹیم کے ممبران صدور احمد اور امانت علی نے کی۔

تقریبِ رونمائی میں ڈاکٹر سیّد لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)، سیّد مطلوب علی زیدی (سابق ناظم عمومی جمعیت طلبائے اسلام پاکستان)، مولانا مفتی عبدالقدیر (صدر جامعہ اشاعت العلوم چشتیاں)، صاحبزادہ مولانا رشید احمد (مسند نشین خانقاہ یٰسین زئی ڈیرہ اسماعیل خان)، ادارہ رحیمیہ کی مجلس شوریٰ کے اراکین جناب مولانا ڈاکٹر محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)، جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (لاہور)، جناب انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)، جناب ڈاکٹر لیاقت علی شاہ (سکھر)، جناب مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)، جناب امجد علی آرائیں (محراب پور)، جناب مفتی انور شاہ (کوئٹہ)، جناب قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)، جناب مولانا ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)، جناب مولانا محمد عباس شاد (لاہور)، جناب پروفیسر قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)، جناب انجینئر عامر حفیظ (واہ کینٹ) سمیت ملک بھر سے احباب نے شرکت کی، بلکہ جگہ کی کمی کی وجہ سے شرکت کے خواہش منداحباب سے معذرت کی گئی۔ اس کے باوجود ہال میں موجود نشستوں کے علاوہ احباب کی ایک کثیر تعداد کو کھڑے ہوکر تقریب میں شرکت کرنا پڑی۔ نشست کا اختتام حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہ العالی مسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور (صاحبِ کتاب) کی دعا کے ساتھ ہوا۔

بقیہ: افکارِ سعید باطل نظام کو توڑے بغیر اصلاحِ معاشرہ کا عمل کامیاب نہیں ہوسکتا۔ ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ نظام باطل فرقوں کو پال کر رہا ہے اور اسی نظام میں رہ کر ان فرقوں سے اُلجھنے کا نتیجہ سوائے مایوسی اور پریشانی کے کچھ نہ ہوگا۔ اور جب بنیادی تبدیلی کی حامل کوئی تحریک اٹھے گی تو کامیابی کا روشن امکان ہے۔

☆ مذہبی جماعتیں فرقہ واریت کی فضا میں جمہوریت کے مروّجہ راستے سے کبھی کامیاب نہیں ہوسکتیں۔ ان کو دس فی صد سے زائد ووٹ نہیں مل سکتے۔ اگر بالفرض کامیابی سے ہم کنار ہوجائیں تو ان کے پاس نظام بدلنے کا کوئی فکر اور راستہ نہیں۔ علمائے کرام کو اس سوال پر غور کرنا چاہیے کہ کیا مدارس اور مساجد میں معاشیات وسیاسیات اور نظاموں کا مطالعہ کرایا جاتا ہے؟ اور کیا ان میں دیگر نظاموں سے مقابلے کی صلاحیت پیدا کی جاتی ہے؟ غیر تربیت یافتہ مجمع دشمن کے ایک وار کا مقابلہ بھی نہیں کرسکتا، جب کہ ایک تربیت یافتہ سپاہی کئی ٹینکوں کو روک سکتا ہے۔ لہٰذا نظامِ ظلم کے مقابلے میں اسلام کے نظام کو جب تک ہم خود نہ سمجھتے ہوں تو نظامِ ظلم کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ جب تک مذہبی طبقہ شعور کے طریقے پر مذہب کا مطالعہ کرکے تیاری نہیں کرتا اور اس کی دعوت نہیں دیتا تو اس کی محنت سے بے دین دنیادار فائدہ اٹھالے گا۔ (عزم نمبر 48۔ اکتوبر نومبر 1982ء)

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال ایک عورت مسمی سکینہ بی بی دختر شرف دین بہ عمر 6 سال کے بعد عرصہ 40 سال سے لاپتہ ہے۔ کافی تلاش کے باوجود اس کی گمشدگی کا کوئی علم نہیں ہوسکا۔ اس عرصے کے دوران جب اس کے والد شرف دین کا وصال ہوا تو اس کا ترکہ تمام ورثا، دو بیواؤں رحمت بی بی والدہ سکینہ بی بی، سرداراں بی بی، دو بیٹوں مقبول احمد، مقصود احمد، دو بیٹیوں رابعہ بی بی اور سکینہ بی بی (گمشدہ) میں تقسیم ہوا۔ اب سکینہ بی بی کے وراثت اس کے ورثا تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ مسعود احمد، ہارون آباد

جواب لاپتہ سکینہ بی بی کے والد شرف دین کے ترکے سے ملنے والا حصہ امانتاً رکھا رہے، یہاں تک کہ قاضی (جج) اس کی موت کا حکم کردے۔ قاضی سکینہ بی بی کے گم ہوجانے اور نہ ملنے کی تحقیق ہوجانے کے بعد چار سال مکمل ہونے پر مدت موت کا حکم لگا سکتا ہے۔ تو جن وارثوں کا حصہ کم کرکے لاپتہ سکینہ بی بی کے لیے رکھا گیا، وہ ان ورثا کو بقدر حصہ مل جائے گا، جو اس کے والد شرف دین کی وفات کے وقت زندہ تھے۔ البتہ بعدازیں اگر سکینہ بی بی بھی زندہ واپس آجائے تو پھر ورثا کو یہ حصہ واپس لوٹانا ہوگا۔ اسی طرح اگر اس کی موت کی یقینی تاریخ کا علم اور تحقیق ہوجائے تو اُس وقت زندہ ورثا کا اعتبار ہوگا۔

سوال میں نے اپنی بیوی کو گھر کے جھگڑے کی وجہ سے صراحتاً زبانی ایک طلاق دی۔ کچھ عرصے کے بعد میرا غصہ ٹھنڈا ہوگیا۔ اب ہم دونوں میاں بیوی آپس میں صلح کرنا چاہتے ہیں۔ اب شرعاً کیا حکم ہوگا؟ خضر عباس، مہار شریف

جواب صورتِ مسئولہ میں ایک طلاق کی وجہ سے خاوند کو عدت کے اندر رجوع کا حق ہے۔ آئندہ اس کو صرف دو طلاقوں کا حق ہوگا۔ رجوع کی صورت میں خاوند دو گواہوں کی موجودگی میں یہ کہے کہ "میں نے طلاق سے رجوع کیا۔" تو مصالحت ہوجائے گی۔

سوال مقدس اوراق کو بے ادبی سے بچانے کا طریقہ کیا ہے؟ محمد معاذ، قصور

جواب مقدس اوراق میں اگر قرآنی آیات یا احادیث مبارکہ ہیں تو ان کو بوری میں بند کرکے قبرستان میں دفن کردیا جائے، اس کے علاوہ اوراق کو دریا بُرد یا جلایا بھی جاسکتا ہے، راکھ کو پاک جگہ دبا دیا جائے۔

بقیہ: بچوں کا کالم حضرت ابوقتادہ انصاریؓ کے سر پر بڑے بڑے بال تھے۔ انھوں نے رسولِ پاکؐ سے پوچھا: کیا میں بالوں میں کنگھی کروں؟ آپؐ نے فرمایا: "ہاں! انھیں سنوارو۔" اپنے پیارے رسولؐ کے حکم کے بعد ان کی یہ حالت تھی کہ وہ اکثر دن میں دو دو مرتبہ بالوں میں تیل ڈالتے تھے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو صاف ستھرے نئے کپڑے منگوا کر پہنے اور کہا: ہمارے رسولؐ نے فرمایا تھا کہ: "جو شخص جس کپڑے میں مرے گا، اسی میں اٹھایا جائے گا۔"

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔